جشن صد سالہ منظر اسلام بریلی شریف مبارک

کنزالایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ

ضلع سرگودھا

رضا اکیڈمی - لاہور

جشن صد سالہ منظر اسلام بریلی شریف مبارک

کنزالایمان پر اعتراضات

کا

علمی محاسبہ

حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف
ضلع سرگودھا

رضا اکیڈمی ، لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر 184

کتاب .... کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
.... (شاہ فہد کے نام کھلا مکتوب)
مکتوب .... حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی
اشاعت بار اول .... ماہنامہ ضیائے حرم شمارہ جنوری ۱۹۸۳ء
اشاعت بار دوم ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
کمپوزنگ .... النظامیہ کمپوزنگ سنٹر لوہاری دروازہ لاہور
ناشر .... رضا اکیڈمی لاہور
ہدیہ .... دعائے بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور
مطبع .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور

عطیات بھیجنے کے لئے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۳۸/ ۹۳۸ حبیب بنک وسن پورہ برانچ، لاہور
بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات 10 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں

ملنے کا پتا

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور، پاکستان کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰
فون نمبر 7650440

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل کیا، صلوٰۃ وسلام ہو تمام انبیاء ومرسلین سے افضل واعلیٰ سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ پر، آپ کی آل، صحابہ کرام اور قیامت تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

حمد وثنا کے بعد! قرآن کریم وہ سرچشمۂ ہدایت ہے جس سے مسلمانوں نے ماضی میں ہدایت حاصل کی، اس وقت بھی ہدایت حاصل کر رہے ہیں اور قیامت تک نور اور ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ عربی زبان کو قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کی بدولت فضیلت وشرافت حاصل ہے۔ وہ مسلمان کتنے خوش قسمت ہیں جو اس شیریں زبان کے سمجھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہیں، کیونکہ وہ قرآن کریم کے معانی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی نسبت قرآن پاک کے اعجاز کے جمال سے زیادہ اور براہ راست مستفید ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ کروڑوں افراد ایسے ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت تو کرتے ہیں مگر اس کے معانی کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

یاد رہے کہ عجم کے بہت سے علماء نے اپنی تمام توانائی قرآن کریم کے معانی کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے صرف کر دی، انہوں نے بڑے قیمتی اور علمی کام سرانجام دئے گو کہ عربی ان کی مادری زبان نہ تھی تاہم انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن پاک کی تعلیمات کے عام کرنے میں پوری ذمہ داری سے حصہ ڈالا، ان کی یہ حصے داری ان کی تصانیف، ان کے خطابات اور لوگوں کیساتھ گفتگوؤں میں دیکھی جا سکتی

ہے۔ لیکن بعض علماء نے گہرے غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا کہ قرآن کریم کے معانی کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے، تا کہ جو مسلمان عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں وہ اپنی استطاعت کے مطابق قرآن کے معانی سے بہرہ ور ہو جائیں اور معانی کے سمجھے بغیر اس کی تلاوت نہ کریں، اردو کی یہ سعادت ہے کہ یہ بھی ان زبانوں میں سے ایک ہے جن میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا، بلکہ دنیائے اسلام میں سے اس کے قیمتی ورثے کی بناء پر قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہندوستان کے متعدد علماء نے قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کیا، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی مذہباً حنفی، طریقۃً قادری اور وطن کے لحاظ سے بریلوی اور ہندی تھے، انہیں پچپن علوم وفنون میں مہارت کاملہ حاصل تھی، وہ صحیح معنوں میں قرآن کریم کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے لائق تھے، انہوں نے ترجمہ کیا اور ترجمہ کرتے وقت خاص طور پر دو چیزوں کو سامنے رکھا:

۱.....اللہ تعالیٰ کا تقدس اور تمام نقائص وعیوب سے پاک ہو۔

۲.....رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کی تعظیم وتکریم، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے معانی کا ترجمہ کرنے والے بعض مترجمین اسلامی علوم اور عربی زبان میں مہارت حاصل کئے بغیر لغت کی کتابوں (ڈکشنریوں) پر اعتماد کرتے ہیں، کبھی اللہ تعالے کی بارگاہ میں اور کبھی نبی اکرم ﷺ کے دربار میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن امام احمد رضا خان بریلوی نے تمام تر احتیاط کے ساتھ قرآن کریم کا ترجمہ کیا، انہیں عربی اور اردو زبان ہی نہیں دیگر اسلامی علوم میں بھی مہارت کاملہ حاصل تھی، اللہ تعالی کے فضل وکرم، پھر اسلامی اور عربی علوم میں مہارت تامہ کی بناء پر ان کی کوششوں میں

توفیق الٰہی شامل تھی، یہ ترجمہ دوسرے تراجم کے مقابلے میں دینی اور ادبی اعتبار سے ممتاز ہے، اللہ تعالے انہیں قرآن کریم، اور پاک وہند، بنگلہ دیش اور دنیا کے دیگر ممالک میں اردو دان حضرات کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، ان تین ممالک کے لوگ دنیا بھر میں اس شان کے ساتھ موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے انداز واطوار ہی نہیں بلکہ اردو زبان کی بھی حفاظت کی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالے نے اس ترجمہ ''کنزالایمان'' پر ''خزائن العرفان'' کے نام سے حاشیہ لکھا، الحمدللہ! یہ ترجمہ اور حاشیہ پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں نہایت ہی مقبول ہے، ان ممالک کے مسلمان جب حج، عمرہ یا ملازمت کے لئے سعودی عرب جاتے تو یہ ترجمہ، قرآن پاک بھی اپنے ساتھ لے جاتے، تا کہ حرمین شریفین میں قیام کے دوران اس کا مطالعہ کرتے رہیں اور اس سے استفادہ کریں۔

بعض اردو زبان جاننے والوں نے ریاض، سعودی عرب کے ادارۃ البحوث الاسلامیۃ العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد کو امام احمد رضا خان کے ترجمہ، قرآن کریم اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے حواشی کے کچھ نمونے بگاڑ کر اور عربی میں ترجمہ کر کے پیش کئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سعودیہ کے ادارہ مذکورہ نے اس ترجمہ اور اس کے حواشی کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا اور تمام نسخوں کو ملک سے باہر نکالنے کا حکم دے دیا اور یہ بھی آرڈر جاری کیا کہ اس ترجمہ والا قرآن کریم سعودی عرب میں لانا ممنوع ہے۔

اس فیصلے نے پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اضطراب

میں مبتلا کر دیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی مدظلہ
سجادہ نشین سیال شریف، ضلع سرگودھا کو انہوں نے جنوری ۱۹۸۲ء میں ایک کھلا مکتوب
عربی زبان میں سعودی عرب کے حکمرانوں اور علماء کے نام ارسال کیا۔ جس میں اس
گروہ کی غلط کاری اور خیانت کی نشاندہی کی گئی، جس نے "ادارۃ البحوث
الاسلامیۃ" سعودی عرب کے سامنے امام احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن
کریم اور مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے حاشیہ پر دس بے بنیاد اعتراضات
پیش کئے تھے۔ خواجہ حمید الدین سیالوی مدظلہ نے ان اعتراضات کے بہترین جوابات
دئے اور حق کا بہترین دفاع کیا، ان کا مقصد اصلاح احوال تھا، اور اسی مقصد کے تحت
رضا اکیڈمی، لاہور نے اس کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اس کا فائدہ عام سے
عام تر ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو بہترین جزائے عطا فرمائے اور اس سے
مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے ان کی صفوں کو متحد فرمائے اور ان کے دلوں میں باہمی
الفت عطا فرمائے، موجودہ دور میں ہمیں اس اتحاد کی حد درجہ ضرورت ہے، اے اللہ!
ہمیں حق کو حق دکھا اور ہمیں اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا
اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل ہستی حضرت محمد
مصطفیٰ ﷺ، آپ کی آل پاک اور آپ کے صحابہ کرام پر بے انداز رحمتیں نازل
فرمائے۔ آمین!

۹۔ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ — محمد عبد الحکیم شرف قادری

۴۔ مئی ۲۰۰۱ء — شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناظم تعلیم و تربیت جماعت اہلسنت پاکستان

پاکستا بسم اللہ الرحمن الرحیم

حجاز کی مقدس سرزمین سے ہر مسلمان کا جو قلبی تعلق ہے، وہ محتاج بیان نہیں،
مسلمان دنیا کے کسی گوشہ میں ہو وہ اپنے خالق و مالک کے حضور جبین نیاز جھکانے کے
لئے مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے۔ مدینہ طیبہ میں حضور سرور عالم ﷺ
کا گنبد خضراء ہر مومن کی عقیدت اور عشق کا مرکز ہے۔ حکومت سعودیہ حرمین شریفین کی
توسیع اور تعمیر کے لئے اور حجاج اور زائرین کو ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے
جس طرح پانی کی طرح روپیہ بہا رہی ہے۔ اس کو ہر مسلمان قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے
مرحوم و مغفور ملک الفیصل کی محبوب شخصیت نے مسلمانوں کی بکھری ہوئی صفوں کو منظم
و متحد کرنے کے لئے جو مخلصانہ کاوشیں کی ہیں اس کا انکار ممکن نہیں۔ ان کے بعد شاہ
خالد مرحوم بھی مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے لئے جدوجہد میں مصروف رہے او
رموجودہ فرمانروا جلالۃ الملک فہد بن عبد العزیز اطال اللہ بقاءہ اپنے عظیم بھائی کے
پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے شب و روز سرگرم عمل ہیں۔

سعودی عرب کے ان بیدار مغز حکمرانوں کی ان مساعی کے باعث جو وہ
ملت کی اجتماعی فلاح و بہبود کیلئے انجام دے رہے ہیں۔ امت کا ہر فرد اپنے دل میں
ان کیلئے عزت، قدر اور محبت کے جذبات محسوس کرتا ہے، لیکن بعض ایسے افراد بھی ہیں
جو سعودی حکومت اور امت مسلمہ کے سواد اعظم کے درمیان بیگانگی اور لاتعلقی بلکہ
عناد اور نفرت پیدا کرنے میں کوشاں ہیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کو ان کے
سامنے اس طرح بگاڑ کر پیش کرتے ہیں جس سے بدگمانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا
ہے۔

جولوگ حج وعمرہ ادا کرنے کے لئے پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے علاقوں سے جاتے ہیں، انہیں یہ شکایت ہے کہ حرم شریف میں بعض مولوی صاحبان بڑی دل آزار تقاریر کرتے ہیں اور جمہور اہل اسلام کو کافر اور مشرک کہنے میں انہیں ذرا جھجک نہیں ہوتی۔ اسکے علاوہ اب یہ اردو بولنے والے ضمیر فروش یہاں کے اہل علم وفضل کے خلاف حکومت کو غلط رپورٹیں پیش کر کے حجاز مقدس میں ان کے قیام کو بڑا تکلیف دہ بنا دیتے ہیں اور کئی علماء کو تو بلا وجہ قید خانوں میں بند کرا دیا جاتا ہے۔ ان گندم نما اور جو فروش لوگوں کی حسرت یہیں تک پوری نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ایک ایسی سازش کی ہے جس نے اہل سنت کے حلقوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑا دی ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمہ جو اپنی فصاحت وبلاغت میں بے نظیر ہے اور حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین قدس سرہ کے تفسیری حواشی جو ایجاز اور جامعیت کا حسین پیکر ہیں، ان کے خلاف وہاں غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور وہاں کے اہل علم کے سامنے اسے غلط انداز میں پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ الریاض کے ادارۃ البحوث العلمیہ نے قرآن مجید کے ان نسخوں کو بھی جلانے کا حکم صادر کر دیا جن میں یہ ترجمہ اور تفسیر موجود ہے۔ ان روح فرسا اور المناک واقعات نے پاکستان کے بالغ نظر علماء ومشائخ کو مجبور کر دیا کہ وہ کوئی ایسا مثبت پروگرام بنائیں جس سے ان غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکے اور مملکت سعودیہ کے امراء وعلماء کے دلوں میں اہل سنت کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان کا ازالہ کیا جا سکے۔ اور اس سازش کو بے نقاب کیا جائے جو اہل غرض لوگ

اسلام دشمن قوتوں کے مخفی اشاروں کے مطابق بروئے کار لا رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ حافظ محمد حمید الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے 13۔ اکتوبر 1982ء کو ایک میٹنگ بلائی جس میں نامور علماء ومشائخ نے شرکت کی اور ساری صورت حال پر بڑی سنجیدگی سے غور کیا گیا، چنانچہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی تشکیل کی گئی جس کے مقاصد میں سر فہرست عقائد حقہ اسلامیہ کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ ان سازشوں کو ناکام بنانا ہے جو ملت اسلامیہ میں اس پر آشوب دور میں انتشار واختلاف پیدا کرنے کیلئے کی جا رہی ہیں اور یہ بھی طے پایا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور حضرت صدر الافاضل کی تفسیر پر جو جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے اور بڑے مثبت انداز میں حقیقت حال سے سعودی حکومت کے سرکردہ اہل علم وفضل اور حکومت کے ذمہ دار افراد کو آگاہ کیا جائے۔

اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت سجادہ نشین صاحب سیال شریف کی طرف سے جلالۃ الملک فہد بن عبدالعزیز، ان کی حکومت کے موثر وزرائے کرام اور جامعات کے شیوخ خصوصا ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد الریاض کے رئیس اور الشیخ محمد علی الحرکان سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی کو خطوط لکھے گئے اور ان اعتراضات بلکہ الزامات کا تفصیلی جواب ارسال کیا گیا تا کہ ان غلط فہمیوں کا استیصال کیا جا سکے۔ جو چند اہل غرض کی ناپاک کوششوں کے باعث سعودی عرب کے امراء اور علماء کے دلوں میں اہل سنت وجماعت کے عقائد کے بارے میں پیدا کی گئی ہیں۔

عوام کے فائدہ کیلئے حضرت سجادہ نشین صاحب سیال شریف کا اصل عربی

مکتوب اور جوابات معہ اردو ترجمہ ضیائے حرم (شمارہ جنوری ۱۹۸۳ء) میں شائع کئے جارہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقاصد میں کامیاب فرمائے اور ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

منجانب: سیکرٹری جنرل مجلس الدعوۃ الاسلامیہ، سیال شریف، سرگودہا

(جنوری 1983ء)

مکتوب (اردو ترجمہ)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس کی توفیق سے اعمال صالحہ پایہء تکمیل کو پہنچتے ہیں اور جس کے فضل وکرم سے نیکیوں کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے اور درود وسلام ہوں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اس کی مخلوق کے سردار پر جن کا نام نامی "محمد" ﷺ ہے جو رؤف ورحیم ہیں آپ کی جملہ آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

امابعد: امت مسلمہ کو اپنی طویل تاریخ میں روز اول سے آج تک کئی نازک مرحلوں سے گزرنا پڑا اور ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا جو ازحد خوفناک اور پریشان کن تھے۔ ابتداء میں عرب کے مشرک قبائل نے یہ چاہا کہ اپنے کثیر التعداد جتھوں اور بہادر شہسواروں کی قوت سے اسلام کے چراغ کو بجھادیں، لیکن انہیں اپنے مقاصد میں رسوا کن ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر جزیرۂ عرب کے مغرب سے قیصر اور مشرق سے کسریٰ نے اپنے عساکر قاہرہ، جو مہلک ہتھیاروں سے مسلح تھے اور اپنے بے پناہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس جواں ہمت امت کی بیخ کنی کیلئے داؤ پر لگادیا لیکن اسلام کے جانباز مجاہدین نے اپنی تعداد کی کمی اور وسائل کی کمزوری کے باوجود انہیں شرمناک ہزیمت سے دوچار کردیا، چند صدیاں گزرنے کے بعد سارا یورپ

اسلام اور فرزندان اسلام کے خلاف بھڑک اٹھا۔ یورپ کے ممالک کے بادشاہ، وہاں کی حکومتوں کے رؤسا اور اس براعظم کے نوجوان نصرانیت کے جھنڈے تلے مجتمع ہو گئے اور صلیبی جنگوں کی آگ کو بھڑکادیا جو کئی قرنوں تک شعلہ زن رہی، حالات کی تند وتیز لہروں کے سامنے امت مسلمہ یوں ثابت قدم رہی جس طرح فولادی چٹان خوفناک طوفانوں کے درمیان سربلند رہتی ہے۔ ان کی اس واضح کامیابی کا راز ان کی قوت ایمانی اور ان کا باہمی اتحاد تھا اور وہ ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح تھے جہاں اختلاف اور انتشار اپنے قدم نہیں جماسکتے تھے۔

لیکن آج حالات بڑے المناک اور شرمناک حد تک تبدیل ہوچکے ہیں تمام مسلم ممالک ایسے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں جن سے ان کی سلامتی اور بقا کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ ہر اسلامی ملک کی سرحدیں غیر محفوظ ہیں۔ اسرائیل کے جنگی طیارے اپنے ہوائی اڈوں سے اڑتے ہیں اور عالم عرب کے جس خطہ میں چاہتے ہیں بموں کی بارش برسادیتے ہیں اور اس میں انہیں قطعاً کوئی خوف نہیں ہوتا کہ ان کی مزاحمت کی جائے گی یا ان کا مقابلہ کیا جائے گا۔ یہ ساری کاروائی اطمینان سے کرلینے کے بعد بخیر وعافیت اپنے ہوائی اڈوں پر واپس آجاتے ہیں۔

کیا تلخ اور خوفناک حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھانے کے لئے وہ حادثات کافی نہیں؟ جو گزشتہ چند ماہ میں لبنان اور اس کے دارالسلطنت بیروت میں وقوع پذیر ہوئے خصوصاً ہزاروں معصوم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا قتل عام جو ستمبر کے تیسرے ہفتہ میں ان کیمپوں میں ہوا جہاں فلسطینی پناہ لیے ہوئے تھے۔ اس وحشیانہ قتل اور معصوموں کی خونریزی کی کوئی مثال آپ پیش کرسکتے ہیں؟ (یادرہے کہ

یہ مقالہ جنوری ۱۹۸۳ء میں لکھا گیا تھا)

کبھی آپ نے سوچا کہ ان متواتر مصائب کی وجہ کیا ہے؟ ان وحشیانہ حملوں کا سلسلہ کیوں زور شور سے جاری ہے۔ رات اور دن کیوں مسلمانوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا جارہا ہے؟ ان مصائب وآلام کا سبب صرف ہماری بے اتفاقی اور باہمی انتشار ہے اور اس مہلک بیماری کا علاج بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم اسلام کے پرچم کے نیچے جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں اسلامی ممالک کے بیدار مغز سلاطین اور ان کی حکومتوں کے دانش مند حکام اور ان کے سراپا اخلاص قائدین نے تو یہ عزم کرلیا ہے کہ وہ ان تمام محرّکات کو ختم کردیں گے جو اتحاد امت کے لیے تباہ کن ہیں۔ یہ لوگ دل کی گہرائیوں سے اس بات کے متمنی ہیں کہ وہ عہد سعید ایک مرتبہ پھر لوٹ آئے جب تمام مسلمان ایک امت تھے، لیکن مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جو ان المناک اور تکلیف دہ حالات میں بھی مسلمانوں کے دلوں میں انتشار اور عداوت کی تخم ریزی میں کوشاں ہے صد حیف! وہ ادارة البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد الرياض سے ایک فتویٰ صادر کروانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ ان قرآنی نسخوں کو بھی جلا دیا جائے جن میں عالم ربانی شیخ محمد احمد رضا خان کا ترجمہ ہے اور جس کے حاشیہ پر صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین قدس سرہما کی تفسیر ہے۔

اس فتویٰ نے پاکستان میں بسنے والے اہل سنت وجماعت کے حلقوں میں جو امت کا سواد اعظم ہے بڑی سخت بے چینی اور ہلچل پیدا کردی ہے، ان کے دل کانپ اٹھے ہیں اوان کی روحوں پر غم واندوہ چھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ

ترجمہ حواشی اردو زبان میں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ادارۃ البحوث العلمیہ کے اکثر ارکان اردو زبان نہیں جانتے۔ ایک خاص گروہ نے اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو کبھی قبول نہ کرے، اس ترجمہ اور ان حواشی کو جھوٹے اور غلط رنگ میں رنگ کر ادارۃ البحوث العلمیہ کے اراکین کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث ان سے یہ فتویٰ صادر کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

ہم کہتے ہیں اور جو ہم کہتے ہیں اس کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے شرک، کفر اور آیات کے معانی میں تحریف کا بہتان ایسے دو ربّانی عالموں پر لگایا ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ، اپنا علم، اپنی دانش اور اپنی قابلیت اللہ کی بات کو بلند کرنے کے لئے اور ہندوستان میں بسنے والے بت پرستوں کو دعوت توحید پہنچانے کیلئے صرف کی اور وہ بہت سے بت پرستوں کو شرک کے گھپ اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور کی طرف لانے میں کامیاب ہو گئے اس مخصوص گروہ نے اپنے دل سے جھوٹی تہمتیں گھڑیں اور ظلم وکذب بیانی سے ان پاک نفوس پر الزام لگایا۔

ہم اعضاء ادارۃ البحوث کے معزز اراکین سے پہلے اجازت طلب کرتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت میں حقیقت حال بیان کریں اور پھر ان سے درخواست کریں گے کہ وہ دقت نظر سے اس کو دیکھیں اور ان دو علماء کے عقائد کا غور سے مطالعہ کریں۔ اس طرح ان پر حقیقت نفس الامریہ تک رسائی آسان ہو جائے گی۔ اور ان پر یہ منکشف ہو جائے گا کہ اس گروہ نے جن کی باتوں پر ادارۃ البحوث کے معزز اراکین نے اعتماد کیا ہے۔ خیانت کی ہے اور دھوکہ دیا ہے اور اسلام کے قلعہ کی فصیل میں

شگافوں کو وسیع کر کے دشمنان دین کی خدمت کی ہے۔ اور یہ خدمت ان مشکل دنوں میں جب کہ ساری امت اپنی بقا کی سلامتی کیلئے سرگرم عمل ہے اور اسے باہمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ یہ مٹھی بھر اہل غرض لوگ اس امر میں اپنی کوششیں صرف کر رہے ہیں کہ ان شعوب کے درمیان جو اپنے رب پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہیں ان کے درمیان اور مملکت عربیہ سعودیہ کے درمیان اختلاف اور انشقاق کی خلیج کو وسیع کر دیں۔

اب ہم اللہ تعالی کی توفیق سے حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کی ابتدا کرتے ہیں انہوں نے سب سے پہلے تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کے مطبوعہ مصحف کے ص ۳ کی ایک عبارت پر اعتراض کیا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ عبارت شرک سے لبریز اور خرافات و تحریفات سے ملوث ہے۔ ہم پہلے وہ آیت کریمہ لکھتے ہیں۔ پھر اردو میں اس کا ترجمہ کریں گے۔ پھر اس اردو ترجمہ کا عربی میں ترجمہ کریں گے۔ پھر آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ اس کے معانی میں غور و خوض کریں پھر ہمیں بتائیں کہ اس ترجمہ میں شرک کہاں ہے اور وہ خرافات کہاں ہیں؟

آیت کریمہ یہ ہے: ایاک نعبد و ایاک نستعین (۱: ۴)

اردو میں اس کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے: ”ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں“

یعنی ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہم صرف تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی سے مدد نہیں طلب کرتے۔

معزز اراکین! کیا اس ترجمہ میں شرک کا شائبہ اور کفر کی بو تک کا بھی آپ سراغ لگا سکتے ہیں؟

کیا یہ تعبیر اللہ تعالی کے منشا کے عین مطابق نہیں؟ یہ الزام لگانا کہ یہ ترجمہ شرک سے آلودہ ہے۔ بہت بڑی تہمت ہے۔

اب ہم آپ کی توجہ اس حاشیہ کی طرف مبذول کراتے ہیں جو اس ترجمہ کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اسے بھی آپ شرک و تحریف کی تہمت سے پاک و صاف پائیں گے۔ محشی علام نے بایں الفاظ اس کی تشریح کی ہے:

”اس میں رد شرک بھی ہے کہ اللہ تعالی کے سوا عبادت کسی کیلئے نہیں ہو سکتی۔ ایاک نستعین میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بالواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔ حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات و خدام احباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں، بندے کو چاہیے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے۔“

(اس کے بعد اس اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ کیا گیا)

یہ عبارت اس بات کی سچی گواہی دے رہی ہے کہ محشی نہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک سمجھتا ہے اور نہ اپنے رب سے استعانت میں کسی کو شریک بناتا ہے۔ اس کا یہ پختہ ایمان ہے کہ حقیقی مدد فرمانے والا صرف اللہ تعالی ہے اور وہ اعانت جو بظاہر کسی اور سے حاصل ہوتی ہے اس میں بھی موثر حقیقی صرف اللہ تعالی ہے۔ جو محشی یہ صاف اور روشن عقیدہ رکھتا ہے اس پر شرک کی تہمت ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ جن لوگوں نے اس عقیدہ حقہ کو اپنی طرف سے کوئی اور رنگ دے کر پیش کیا ہے انہوں نے بیک وقت دو جرموں کا ارتکاب کیا ہے۔ پہلا یہ کہ انہوں نے ایک مومن اور موحد پر شرک اور آیات قرآنی کے معانی میں تحریف کی جھوٹی تہمت لگائی ہے اور دوسرا

انہوں نے ادارۃ البحوث کے معزز ارکان کو دھوکہ دیا ہے اور جو اعتماد معزز ارکان نے ان پر کیا ہے اس میں خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

غیر اللہ کی طرف اعانت کی نسبت جب کہ قائل کا یہ عقیدہ ہو کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے شرک نہیں کیوں کہ یہ نسبت قرآن کریم میں مذکور ہے:

جب قوم نے ذوالقرنین کو مالی تعاون کی پیش کش کی تاکہ وہ ان کے لئے ایک بند بنادے تو ذوالقرنین نے جواب دیا: مامکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوة. (٩٥:٨)

اور وہ بولا وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے۔ میں بنادوں گا تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے:

استعينوا بالصبر والصلوة کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

اس کے علاوہ اور متعدد آیات کریمہ ہیں۔

دوسرا اعتراض انہوں نے اس اقتباس پر کیا ہے جو ص ۵ پر درج ہے۔

انہوں نے کہا کہ مترجم اور محشی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء ورسل بشر نہیں ہیں۔ یہ ایک صاف جھوٹی تہمت ہے دونوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء ورسل بشر ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ایسے نابغہ روزگار عالم انبیاء ورسل کی بشریت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ جب کہ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور صراحۃً بیان کرتا ہے کہ انبیاء بشر ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں عالم انبیاء کی بشریت پر پختہ عقیدہ رکھتے ہیں اور جو شخص انبیاء

ورسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جس طرح امام احمد رضا خان نے اپنے فتاویٰ رضویہ کی جلد ششم میں بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے، لیکن یہ دونوں عالم اس بات کو مستحسن سمجھتے ہیں کہ جب انبیاء کو بشر کہا جائے تو احترام وتکریم کے کسی لفظ کا اضافہ کیا جائے جیسے خیر البشر سید البشر افضل البشر صرف کلمہ بشر کا استعمال ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے اور شرک کی تمام ممکنہ صورتوں سے دست کش ہونے کی دعوت دیتے، کفار ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے اور درشتی اور گستاخی کے ساتھ انہیں بایں الفاظ جواب دیتے:

ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما یعبد آبائونا فاتوا بسلطان مبین (ابراهیم : ١٠)

ترجمہ: ''انہوں نے جواب دیا نہیں ہو تم مگر بشر ہماری طرح تم یہ چاہتے ہو روک دو ہمیں ان بتوں سے جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ پس لے آؤ ہمارے پاس کوئی روشن دلیل''

سورۂ مومنون میں حضرت نوح اور ان کی قوم کا مکالمہ اس طرح منقول ہے:

ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله مالكم من الـه غيره افلا تتقون وقال الملأ الذين كفروا من قومه ماهذا الابشر مثلكم يريد ان يتفضل عليكم (المومنون ٢٣: ٢٤)

ترجمہ: ''اور ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کو قوم کی طرف تو آپ نے فرمایا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے بغیر، کیا تم (بت

پرستی کے انجام سے) نہیں ڈرتے تو کہنے لگے وہ سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا ان کی قوم سے نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنی بزرگی جتلائے تم پر۔"

اس سورۃ المومنون کی آیات ۳۳ اور ۳۴ ملاحظہ فرمائیں جن میں قوم عاد یا ثمود کا جواب مذکور ہے:

وقال الملأ من قومه الذين كفروا و كذبوا بلقاء اللآخرة واترفنا هم في الحيوة الدنيا ماهذا الابشر مثلكم ياكل ماتاكلون منه ويشرب مماتشربون ولئن اطعتم بشرا مثلكم انكم اذا لخاسرون .

(۳۳:۳۴)

ترجمہ: تو بولے اس نبی کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو اور ہم نے خوشحال بنا دیا تھا انہیں دینوی زندگی میں (اے لوگو) نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند یہ کھاتا ہے وہی خوراک جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے جو تم پیتے ہو اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تم تب نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے)

قرآن کریم میں ان کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالی نے ان کجرو اور گمراہ امتوں کے جواب ذکر کیے ہیں، جو انہوں نے اپنے رسولوں کو دیئے تھے۔ ان جوابات میں اللہ کے نبیوں کی توہین اور اسکے رسولوں کی تنقیص کسی اہل نظر پر مخفی نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالی نے انبیاء و رسل کے احترام و تکریم کا حکم دیا ہے۔ خصوصا سید الانبیاء امام المرسلین ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ امام راغب اصفہانی مفردات قرآن میں

"تُعَزِّرُوْهُ" کے کلمہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اَلتَّعْزِيْرُ: اَلنُّصْرَةُ مَعَ التَّعْظِيْمِ یعنی تعظیم و تکریم کے ساتھ کسی کی امداد کرنا۔ صاحب لسان العرب اس کلمہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں عَزَّرَهُ، فَخَّمَهُ وَعَظَّمَهُ: کسی کی رفعت شان اور احترام و تعظیم کی جائے تو عرب کہتے ہیں عَزَّرَهُ یہی لغت کا امام ہے تُوَقِّرُوْهُ کی تشریح کرتا ہے۔

وَقَّرَ الرَّجُلَ بَجَّلَهُ وَالتَّوْقِيْرُ: اَلتَّعْظِيْمُ وَالتَّرْزِيْنُ ۔ کسی کی توقیر و تبجیل کرنا، کسی کی عزت و تکریم کرنا۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم کی تعظیم و تکریم کا مکرر حکم دیا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص بے ادبی کی نیت سے بارگاہ رسالت میں آواز بلند کرے گا تو بطور سزا اس کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے، خواہ ان کی تعداد کتنی ہو اور ان کی شان بڑی اونچی ہو، اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ بارگاہ رسالت میں "رَاعِنَا" کا لفظ مت استعمال کریں۔ اگرچہ لغت عرب میں اس کلمہ کے معنی میں تنقیص کا کوئی واہمہ نہیں، لیکن یہی لفظ عبرانی زبان میں ایسے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو حضور کی شان رفیع کے شایان نہیں اس لئے اللہ تعالی نے بارگاہ رسالت میں ایسے لفظ کو استعمال کرنے سے روک دیا جس کا کسی زبان میں بھی ایسا مفہوم ہو جس میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ علامہ ابو عبداللہ القرطبی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

فِيْهَا دَلِيْلٌ عَلٰى تَجَنُّبِ الْاَلْفَاظِ الْمُحْتَمِلَةِ الَّتِىْ فِيْهَا التَّعْرِيْضُ لِلتَّنْقِيْصِ وَالْغَضِّ یعنی اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت میں

ایسے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا جائے جن میں اشارۃً بھی تنقیص اور بے ادبی کا احتمال ہو۔

تیسرا اعتراض اس حاشیہ پر ہے جو ص ۱۶ پر مکتوب ہے۔

معزز اراکین ادارۃ البحوث! ہم پہلے آپ کی خدمت میں اردو عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اسے پڑھیں اور دقت نظر سے اس کا مطالعہ کریں پھر ہمیں اس جملہ یا سطر کی نشاندہی کریں کہ جس میں شرک اور انحراف کا پہلو پایا جاتا ہے۔

مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں وہاں توبہ کرنا اور اطاعت بجالانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے۔ (فتح العزیز)

اس لئے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے موالد اور مزارات پر حاضر ہوکر استغفار اور اطاعت بجالاتے ہیں، عرس و زیارات میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔ اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات کو بعض پر فضیلت دی ہے اس میں عبادت اور طاعت کرنے کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور وہاں جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرف قبولیت سے جلد نوازی جاتی ہے، جیسے ''مسجد حرام'' اس کو وہ فضیلت اور بزرگی حاصل ہے کہ سارے جہان کی مساجد میں سے کوئی مسجد اس کی ہمسری کا دعوی نہیں کرسکتی اور مسجد حرام میں بھی ایسے مقامات ہیں جہاں دعا کی قبولیت کی امید دوسرے مقامات سے زیادہ ہوتی ہے، جیسے ملتزم، میزاب رحمت، رکن یمانی اور حجر اسود کا درمیانی حصہ، اور مقام ابراہیم۔ اسی طرح مسجد نبوی کو فضیلت و بزرگی حاصل ہے، اسی طرح مسجد قبا کی ایک امتیازی شان ہے جو اسے دوسری مساجد سے ممتاز کرتی ہے، محشی

نے اپنی اس تعلیق میں اسی مسلمہ امر کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے یہ بات اپنے دل سے نہیں گھڑی، بلکہ شیخ جلیل محدث کبیر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ارشاد سے استناد کیا ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحبزادے اور خلف الرشید ہیں۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے، جن کی مساعی جمیلہ کے طفیل ہندوستان میں شریعت اسلامیہ کو ضعف اور افسردگی کے بعد نیا شباب اور نئی تروتازگی نصیب ہوئی۔

احادیث نبویہ بھی محشی کے اس قول کی تصحیح اور تائید کرتی ہیں۔

۱ ..... رَوَی مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہ وسلّم یَأْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءَ رَاکِباً وَّمَاشِیاً وَّیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ: امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ مسجد قبا میں تشریف لاتے تھے، کبھی سوار ہوکر اور کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

۲ ..... عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ یَأْتِیْ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ وَّکَانَ یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یَأْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ہر ہفتہ کے دن قبا میں تشریف لے آتے اور فرمایا کرتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ حضور ہر ہفتہ کو یہاں تشریف لے آتے۔

صحیح مسلم کے مشہور شارح امام نووی ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فِیْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ بَیَانُ فَضْلِهٖ وَفَضْلِ مَسْجِدِهٖ وَالصَّلٰوةِ فِیْهِ وَفَضِیْلَةُ زِیَادَتِهٖ وَاَنَّهٗ یَجُوْزُ زِیَارَتُهٗ رَاکِبًا وَّمَاشِیًا وَّهٰکَذَا جَمِیْعُ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ یَجُوْزُ زِیَارَتُهَا رَاکِبًا وَّمَاشِیًا

ترجمہ : یعنی ان احادیث سے قبا کے گاؤں، اس کی مسجد اور اس مسجد میں نماز کی فضیلت کا بیان ہوا، نیز اس کی زیارت کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی زیارت کے لئے سوار ہو کر اور پیدل آنا جائز ہے۔ اسی طرح تمام وہ مقامات جنہیں فضیلت اور بزرگی حاصل ہے ان کی زیارت بھی جائز ہے۔ خواہ سوار ہو کر آئے یا پیدل چل کر۔

محشی علام نے زیارت قبور کا جو مسئلہ یہاں بیان کیا ہے تو یہ امر مسنون ہے حضور نبی کریم ﷺ بقیع کی زیارت کیلئے تشریف لاتے اور اپنی امت کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے اور شہداء احد کے مقابر کو بھی اپنی زیارت کے شرف سے بہرہ اندوز فرماتے۔

ہم یہاں چند سطور اخبار العالم الاسلامی سے نقل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک ہفتہ وار رسالہ ہے، جو بطور عالم اسلامی کے شعبہ صحافت ونشر کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے، اس کے نمبر ۷۰۹ سوموار ذیقعدہ ۱۴۰۲ ہجری کے شمارہ میں ایک مقالہ ہے جس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ایمان افروز تذکرہ ہے۔ مقالہ نگار اپنے ایمان افروز مقالہ کا اختتام ان عنبرین سطور سے کرتا ہے:

وَهَتَفَ الرَّسُوْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَدْ وَسَعَتْ نَظَرَتُهُ الْحَانِیَةُ اَرْضَ الْمَعْرَکَةِ بِکُلِّ مَنْ عَلَیْهَا مِنْ رِّفَاقِ مُصْعَبٍ وَّقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

یَشْهَدُ اَنَّکُمْ شُهَدَاءُ عِنْدَاللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی اَصْحَابِهِ الْاَحْیَاءِ حَوْلَهٗ وَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ زُوْرُوْهُمْ وَاْتُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْهِمْ مُّسْلِمٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اِلَّا رَدُّوْا عَلَیْهِ السَّلَامَ

ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنی شفقت بھری نگاہیں حضرت مصعب اور ان کے رفیق شہیدوں پر ڈالیں جو احد کے میدان میں پڑے ہوئے تھے اور بلند آواز سے فرمایا۔ اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک شہداء ہو پھر اپنے صحابیوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی، جو حضور کے ارد گرد کھڑے تھے اور فرمایا اے لوگو! ان شہیدوں کی زیارت کیا کرو، ان کے پاس آیا کرو انہیں سلام دیا کرو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے قیامت تک جو مسلمان بھی ان کو سلام عرض کرے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

جب شہداء کے زائرین کا یہ حال ہے تو ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ جو قبور انبیاء خصوصا سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ واجمل السلام کی مرقد منور ومبارک کی زیارت کیلئے آتے ہیں، کیا کسی کیلئے یا جائز ہے کہ صلحاء کی قبور کے زائرین پر شرک اور بدعت کی تہمت لگائے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کا رسول اس کی اجازت دیتا ہے اور شہداء احد کی قبروں کی زیارت کا شوق دلاتا ہے اور ان کی زیارت کرنے والوں کو ایسی بشارت دیتا ہے جس سے دل شاداں وفرحاں ہو جاتا ہے۔

اہل سنت وجماعت میں سے جو مسلمان انبیاء وصلحاء کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں کسی کے دل میں ہرگز یہ خیال نہیں گزرتا کہ اصحاب قبور خدا ہیں (العیاذ باللہ) اور عبادت کے مستحق ہیں یا وہ از خود کسی قسم کے تصرف کی قدرت رکھتے

ہیں۔ اگر کسی نے ان دو بزرگ عالموں کے بارے میں آپ کو یہ اطلاع دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور کسی کو اس کا مد مقابل بتاتے ہیں تو اس نے دروغ گوئی کی ہے اور بہتان تراشا ہے یہ دونوں عالم تو عمر بھر یہ گواہی دیتے رہے

لاالٰہ الااللہ اور ہر سانس کے ساتھ یہ اعلان کرتے رہے اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ اگر بعض لوگ زیارت قبور سے روکتے ہیں تو ان کے نزدیک قبر کی زیارت کرنے والا زیادہ سے زیادہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی قرار دیا جائے گا۔ کسی کیلئے اس پر شرک اور کفر کا فتویٰ لگانا کیوں کر جائز ہے؟۔ یہ تو حد سے سراسر تجاوز ہے اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۴۔ چوتھا اعتراض اس عبارت پر ہے جو ص ۲۳ پر درج ہے اور اس کا تعلق مندرجہ ذیل آیت سے ہے:

وَلَمَّا جَاءَ هُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِاللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَاعَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۔ (۸۹:۲)

حاشیہ کی عبارت درج ذیل ہے:

شان نزول: سید الانبیا ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کیلئے حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اسی طرح دعا کیا کرتے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔ یا رب ہمیں نبی امی کے صدقے فتح و نصرت عطا فرما۔ (اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ لکھا گیا ہے)

معترضین دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ عبارت شرک اور خرافات سے لبریز ہے کیوں کہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہل کتاب حضور نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک سے وسیلہ پکڑ کر کفار پر غلبہ حاصل کیا کرتے اور یوں دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ۔

معزز اراکین ادرۃ! محشی علام نے یہ روایت اپنی طرف سے نہیں گھڑی، بلکہ اس نے علماء اسلام کی معتبر کتب تفسیر سے اس کو نقل کیا ہے۔

السید محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ وَنُضَيْرٍ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَبْلَ مَبْعَثِهٖ وَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِيِّكَ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تَبْعَثَهٗ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْيَوْمَ عَلٰى عَدُوِّنَا وَيُنْصَرُوْنَ ۔

ترجمہ: یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر (یہود) کے بارے میں نازل ہوئی وہ اوس و خزرج قبائل سے جنگ کے وقت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے حضور کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگتے۔ اور یوں دعا مانگتے اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ تیرے اس نبی کے حق کا واسطہ دے کر جس کو آخری زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہمیں آج ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کرتا اور انہیں فتح نصیب ہوتی۔

اسی طرح علامہ ابو عبداللہ القرطبی اس آیت کے ضمن میں اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطْفَانَ، لَمَّا الْتَقَوْا هُزِمَتْ يَهُوْدُ فَعَادَتْ يَهُوْدُ بِهٰذَا الدُّعَاءِ وَقَالُوْا اِنَّا نَسْئَلُکَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ اِلَّا تَنْصُرُنَا عَلَيْهِمْ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَهَزَمُوْا غَطْفَانَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودی غطفان سے جنگ آزما تھے جب مقابلہ ہوا تو یہود کو شکست ہوئی پھر یہودیوں نے اس طرح دعا مانگی: اے اللہ! ہم اس نبی امی کے حق کا واسطہ دے کر جس کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ تو اسے آخری زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں ان دشمنوں پر فتح عطا فرما! یہ دعا مانگنے کے بعد جب انہوں نے غطفان سے جنگ کی تو غطفان شکست کھا کر بھاگ گئے۔

مولانا محمود حسن (دیوبندی) نے بھی بعینہ یہی روایت اپنے حاشیہ قرآن میں نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''قرآن کے اترنے سے قبل جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخرالزمان اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما۔'' (پھر اس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا)

اگر ایسی روایت کا نقل کرنا شرک ہے، تو یہ علماء جنہوں نے اس روایت کو اپنی تفاسیر میں تحریر کیا ہے وہ سب اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگایا جائے اور ان کی کتابوں کو نذر آتش کرنے کے احکام صادر کئے جائیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جرم ایک ہو، اور اس کی سزائیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ صفحہ 460 کی جس

عبارت پر اعتراض کیا گیا ہے اس کا مقصود بھی یہی ہے۔

۵۔ پانچواں اعتراض اس حاشیہ پر کیا گیا ہے جس کا تعلق اس آیت کریمہ سے ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَاءَ (۵:۲۰)

محشی علام نے اس آیت پر یہ حاشیہ رقم کیا ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ برکات و ثمرات کا سبب ہے، اس سے محافل میلاد مبارک کے موجب برکات و ثمرات اور محمود و مستحسن ہونے کی سند ملتی ہے۔ (اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ ذکر کیا گیا)

نعمت کے باعث منعم کا شکر واجب ہو جاتا ہے جو شکر ادا نہیں کرتا اس سے وہ نعمت بسا اوقات چھین لی جاتی ہے، اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ جو نعمت ان کے پروردگار نے ان پر کی ہے اس کو یاد کریں اور وہ نعمت یہ ہے کہ اس نے ان میں انبیاء مبعوث فرمائے اسی طرح وہ اس نعمت جلیلہ کا شکر ادا کر سکیں گے اگر بنی اسرائیل میں انبیاء کی بعثت ایک نعمت جلیلہ ہے اور اس کو یاد رکھنا ان پر لازم کیا گیا ہے تو سید الانبیاء والمرسلین کی بعثت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

بلاشبہ حضور کی بعثت اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک رفیع الشان نعمت ہے اور ہر مومن پر فرض ہے جس کو اس نعمت سے حصہ ملا ہے کہ وہ اس کو فراموش نہ کرے، بلکہ اس کو ہمیشہ یاد کرتا رہے اور اس رب کریم کا شکر ادا کرنے میں

کوشاں رہے جس نے اپنے حبیب کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا اور اس کی تشریف آوری سے ہمیں دین حنیف اور شریعت بیضاء سے سعادت مند کیا۔ اسی نبی کریم کے ﷺ حکیمانہ کلمات اور قیمتی پند ونصائح سے شرک اور گمراہی کے پنجوں سے ہمیں نجات ملی۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی ارفع واعلی نعمت ہے؟ جو شخص اس نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتا پس وہ کس نعمت کو یاد کرے گا اور کس پر اپنے خالق کا شکر ادا کرے گا؟

ادارۃ البحوث العلمیۃ کے معزز اراکین! محافل میلاد کے انعقاد کا یہی مقصد ہے، مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں، اپنے رب کریم کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اپنے دل کی گہرائیوں سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنے حبیب اور نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر ان پر اپنا عظیم احسان فرمایا، پھر اللہ تعالی کے رسول پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں جس طرح ان کے رب نے ان کو حکم دیا ہے: یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ اور اس سے اس امر کی توفیق مانگتے ہیں کہ رشد وہدایت کا جو پیغام لے کر ان کا رسول اس کی بارگاہ سے آیا ہے اس کی پیروی کی انہیں توفیق نصیب ہو، پھر کوئی عالم تقریر کرتا ہے اور اپنی اس تقریر میں خدا کی نافرمانی کرنے والوں کو اس عذاب سے ڈراتا ہے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو اس کی رحمت کی بشارت دیتا ہے، کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اس وقت پیدا ہو رہے ہیں اور نہ ہم میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ اس مبارک رات میں ہی محفل میلاد منعقد ہو سکتی ہے اور اس سے آگے یا پیچھے اس کا انعقاد جائز نہیں، محافل میلاد کے منعقد کرنے میں ایک اور زبردست فائدہ

بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑیں کٹ جاتی ہیں کیوں کہ جب ہم میلاد شریف کا دن مناتے ہیں اور اپنی تقریروں میں یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت فلاں مہینہ میں فلاں روز ہوئی تو گویا ہم سارے اہل علم کے سامنے اعلان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی کمال شان اور رفعت منزلت کے باوجود خدا نہیں ہیں، کیوں کہ اللہ تعالی ازلی ہے، سرمدی ہے، قدیم ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم پلہ ہے، پس اس شخص کے لئے کہ جس کے دل میں اللہ تعالی کا خوف ہے کیوں کر روا ہے کہ وہ ایک مومن پر کفر کی تہمت لگائے کیوں کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی ولادت پر ایک اجتماع کرتا ہے تا کہ اس احسان عظیم کا شکر جو اس کے ذمہ واجب ہے اسے ادا کرے، اس آیت کے متعلق جو حاشیہ محشی علام نے لکھا ہے اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور جس نے ان پر شرک وبدعت کی تہمت لگائی ہے اور ان کی طرف ایسی چیز منسوب کی جو ان کے دل میں کھٹکی تک نہیں، پس ایسے شخص سے بارگاہ الہی میں باز پرس کی جائے گی اور یہ باز پرس بہت سخت ہوگی۔

ہم چاہتے ہیں کہ معزز اراکین ادارہ البحوث کی توجہ اس تعلیق کے آخری جملہ کی طرف مبذول کرائیں تا کہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے وہ لکھتے ہیں۔ ''اس سے محافل میلاد مبارک کے موجب برکات وثمرات اور محمود ومستحسن ہونے کی سند ملتی ہے'' (اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ کیا گیا۔)

اس آخری جملہ سے ثابت ہو گیا کہ محشی علام کے نزدیک محافل میلاد کا انعقاد ضروریات دین سے نہیں کہ جو اس کا انعقاد نہ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج

ہو جائے اور اس طرح یہ بھی واضح ہوا کہ یہ امر فرائض وواجبات شریعت سے نہیں تا کہ جو اس کا تارک ہو وہ فاسق قرار پائے، زیادہ سے زیادہ یہ بات محمود و مستحسن ہے امور مستحسنہ اور اعمال محمودہ کو تکفیر کا معیار مقرر کرنا ایک ناپسندیدہ جسارت ہے ایک طرف اتحاد اور اتفاق کی دعوت اور ساتھ ہی اتحاد کی بنیادوں پر کدالیں مارنا ایک عجیب وغریب بات ہے۔

اب ہم اس حاشیہ کے بارے میں بحث کریں گے جس کا تعلق مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ہے:

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (٦:٥٠)

یہ آیت بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے، گویا یہ عقیدہ توحید کا ستون ہے اور دین فطرت کی بنیاد ہے جو اس سے سر مو ہٹا وہ راہ راست سے بھٹک گیا اور آتش جہنم میں جا گرا۔

شیخ فاضل کی تعلیق اس آیت کے بارے میں بڑی سودمند ہے اس کا مطالعہ ان تہمتوں کو رد کرنے کے لئے کافی ہے، جو محشی علام پر لگائی گئی ہیں ایک انصاف پسند شخص کو کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرات اعضاء سے درخواست ہے کہ وہ اس کو دقت نظر سے پڑھیں انہیں حق عیاں نظر آئے گا اور محشی کا عقیدہ توحید واضح اور نکھر کر سامنے آجائے گا جس کے قریب شک وشبہ کا گزر ممکن نہیں، کفار مکہ حضور ﷺ سے ایسے سوالات

پوچھتے جو حضور ﷺ کے منصب نبوت اور شان رسالت سے کوئی مناسبت نہ رکھتے پس اللہ تعالی نے ان کے رد میں یہ آیت اتاری، حاشیہ کی عبارت درج ذیل ہے:

آپ فرما دیجئے کہ میرا دعوی یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ۔ نہ میرا دعوی ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کر سکو، نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعوی کیا ہے کہ کھانا، پینا، نکاح کرنا قابل اعتراض ہو، تو جن چیزوں کا دعوی ہی نہیں کیا ان کے بارے میں سوال بے محل ہے اور اس کی اجابت مجھ پر لازم نہیں میرا دعوی نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر زبردست دلیلیں اور قوی براہین قائم ہو چکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے''؟ (اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ کیا گیا)

ہمیں امید ہے کہ اس حاشیہ کے پڑھنے اور غور وفکر کرنے کے بعد آپ ہم سے اس بات میں اتفاق کریں گے کہ آیت کا مفہوم اور مقصود یہی ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک اس کا جو مطلب ہے اس سے سر مو انحراف نہیں کیا گیا۔

ہم اس گروہ سے پوچھتے ہیں جنہوں نے اس بلیغ ترجمہ اور بدیع حاشیہ کے بارے میں شور وغوغا برپا کر رکھا ہے اور ایسے متقی اور پاکباز عالم پر شرک اور گمراہی کی تہمت لگائی ہے، انہوں نے کس دلیل سے استناد کیا ہے اور کس حجت پر اعتماد کیا ہے؟۔

محشی نے مشرکین کے نامعقول سوالوں کا بطلان ثابت کرنے کے بعد ایک اور شبہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو اس موضوع کے بارے میں اٹھایا جاتا ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ امور غیبیہ میں سے تعلیم الٰہی کے باوجود کسی چیز کو نہیں جانتے یہ نظریہ بھی غلط اور باطل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، کیوں کہ یہ نظریہ منصب نبوت اور اس کے فرائض کے منافی ہے اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اس لئے مبعوث کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان حقائق پر مطلع کرے جن کو وہ اپنے ظاہری اور باطنی حواس سے سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی طرح عقل انسانی بھی ان کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتی جس طرح وحی، ملائکہ، آسمانی کتب اور جن آیات میں احکام الٰہی کا ذکر ہے ان پر عمل کرنے کی صحیح صورت۔ اور وہ امور جو قیامت کے دن وقوع پذیر ہوں گے یہ ساری چیزیں امور غیبیہ ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو تعلیم دی اور حضور نے اللہ کی مخلوق تک ان حقائق غیبیہ کو پہنچایا، جس طرح یہ بات حق ہے کہ غیب کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا، اسی طرح یہ امر بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بعض امور غیبیہ پر مطلع کیا اور اس کے رسول نے اہل ایمان کو ان کی استعداد کے مطابق آگاہ کیا، یہی چیز ہے جس کے بارے میں جمہور علماء اسلام نے صراحتہً بیان کیا ہے۔ نصوص قرآنیہ اس کی تائید کرتی ہیں اور احادیث نبویہ بکثرت اس کی تاکید کرتی ہیں، اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا ہے کہ مترجم اور محشی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ امور غیبیہ میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر جانتے ہیں تو اس کا یہ گمان باطل ہے، اس کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ حد درجہ قبیح بہتان ہے، اسی طرح اس شخص نے بھی فحش غلطی

کا ارتکاب کیا جس نے یہ گمان کیا کہ مترجم اور محشی کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علوم کمّاً یا کیفاً علوم الٰہیہ کے برابر ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنی تصانیف میں بار بار اس حقیقت کو صراحت سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور حضور علیہ السلام کے علوم متناہی ہیں اور حضور ﷺ کے علوم متناہیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کی طرف اس سے بھی کم ہے جو نسبت چڑیا کی چونچ میں ایک قطرہ آب کو سارے جہان کے بحار ذخار سے ہے۔

اے معزز اراکین! آپ یقین کیجئے کہ جس گروہ نے آپ کے سامنے یہ ترجمہ اور اس کا حاشیہ پیش کیا ہے انہوں نے اپنے علمی فریضہ کی ادائیگی میں امانت کا ثبوت نہیں دیا اور اس دینی فریضہ کو ادا کرنے میں ایک عظیم خیانت کا ارتکاب کیا ہے انہوں نے اس سازش سے یہ چاہا ہے کہ پاکستان کے مومن اور موحد عوام کے درمیان اور اس مملکت عربیہ سعودیہ کے درمیان اختلاف اور انشقاق پیدا کریں جو مسلمانوں کو آپس میں متحد اور متفق کرنے میں حد درجہ حریص ہے اور مغفور ومرحوم ملک فیصل شہید کے زمانہ سے لے کر آج کے دن تک لگاتار کوشاں اور سرگرم ہے کہ اہل ایمان کے درمیان اتفاق ومحبت کے جذبات پیدا ہو جائیں۔

۷..... ساتواں اعتراض اس حاشیہ پر کیا گیا ہے جو صفحہ نمبر ۴۰۹ پر درج ہے۔

پہلے اردو تعلیق کا مطالعہ فرمائیے:

قاموس میں ہے کہ ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں حضرت ابن عباس، ابی بن کعب ومجاہد وقتادہ نے بھی ایام اللہ کی تفسیر (اللہ کی نعمتیں) فرمائیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایام اللہ سے وہ بڑے وقائع مراد ہیں جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے،

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے، جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے من وسلوی اتارنے کا دن، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن (خازن، مدارک، مفردات) ان ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت ومعراج کے دن ہیں ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالی کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظیم پیش آئے جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ، ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں انہیں اس آیت سے نصیحت پزیر ہونا چاہیے۔

(اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ لکھا گیا)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان ایام کی یاد جن میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر نعمتیں فرمائیں اللہ تعالی کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے انعام کئے، اگر بنی اسرائیل کا فرعون کی غلامی کی ذلت سے آزاد ہونا، سلامتی کے ساتھ بحر احمر کو عبور کرنا، ان پر من وسلوی کا نازل ہونا، موسی علیہ السلام کو تورات کا عطا ہونا بنی اسرائیل پر ایام اللہ ہیں، ان کو یاد رکھنے اور ان پر شکر کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی بعثت، حضور پر قرآن کے نزول، شب معراج، شب ہجرت، فتح مکہ کا دن، حجۃ الوداع کا دن اور دیگر ایسے بابرکت واقعات جنہوں نے تاریخ انسانی کا رخ موڑ دیا، یقیناً اللہ تعالی کے ان ایام میں

بزرگ ترین اور اشرف ترین دن ہیں جن کو یاد رکھنا اور ان نعمتوں پر شکر ادا کرنا اللہ تعالی کی رضا کے حصول کا سبب ہے بلکہ اس کے حکم کی بجا آوری ہے۔

شاید معترضین نے ان آیت کریمہ کو سمجھنے کے لئے معمولی سی کوشش بھی نہیں کی، تمام تہذیب یافتہ اقوام کے لئے ایسے دن ہیں جن کی تاریخی اور قومی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور وہ ان دنوں کو منایا بھی کرتے ہیں، جیسے غلاموں کی زنجیروں سے آزادی حاصل کرنے کا دن، اپنے دشمنوں پر فتح مبین حاصل کرنے کا دن اور یہ محافل ہر قوم کے بہادر اور حریت شعار فرزندوں کی قربانیوں، جانبازیوں کی یادوں کو تازہ کرنے کا سبب بنتی ہیں اور یہ یاددہانیاں قوم میں ایک نئی روح پھونک دیتی ہیں اور ان کی رگوں میں جوش ونشاط اور زندگی کی لہر دوڑا دیتی ہیں حکومت عربیہ سعودیہ بھی ہر سال ماہ ذی الحجہ کی چار تاریخ کو اپنے قومی دن کے منانے کا اہتمام کرتی ہے، اسی طرح پاکستان میں ہم ۱۴۔ اگست کا دن مناتے ہیں اور یہ ہماری جدید تاریخ کا وہ درخشاں اور تاباں دن ہے جب برصغیر ہند کے مسلمانوں نے دو صدیوں تک انگریز کی غلامی کی تلخیوں کو چکھنے کے بعد ان کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ ڈالا اور آزادی حاصل کی، اس دن کو منانے میں پاکستان کے موحد اور مومن عوام اور ان کی اسلامی حکومت بے نظیر جوش وخروش سے شریک ہوتی ہے اسی طرح دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ایسے ایام ہیں جن کو انکی تاریخی اور قومی اہمیت کے پیش نظر وہاں کے عوام اور حکومتیں منایا کرتی ہیں اور کبھی کسی کے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ ایسے دن منا کر وہ شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں یا شریعت اسلامیہ کے احکام سے منحرف ہو رہے ہیں، ہم نے ان معترضین سے کبھی نہیں سنا

کہ انہوں نے اس وجہ سے امت مسلمہ پر شرک اور انحراف کا فتویٰ صادر کیا ہو۔

جب ان تاریخی اور قومی ایام کو منانا جائز ہے بلکہ ایک قابل تعریف اور مستحسن عمل ہے اور اعتراض کرنے والے حضرات بھی بڑے جوش وخروش سے ان میں شرکت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سب سے بزرگ تر اور اشرف ترین نعمت کے دنوں کو منانا کیونکر شرک، غوایت اور عقاید اسلامیہ سے انحراف ہوگیا؟ ہم اس اندھے تعصب سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۸...... آٹھواں اعتراض اس حاشیہ پر کیا گیا ہے جو صفحہ نمبر ۴۷۳ پر درج ہے اور جس کا تعلق مندرجہ ذیل آیت سے ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا (۱۸ : ۲۱)

(ترجمہ) کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔

محشی علام نے اس آیت پر یہ حاشیہ رقم فرمایا ہے۔

جس میں مسلمان نماز پڑھیں او ران کے قرب سے برکت حاصل کریں۔ (مدارک)

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن پاک میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل

ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اس لیے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔

(اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ لکھا گیا)

محشی علام کا یہ قول ان کا من گھڑت نہیں بلکہ انہوں نے علماء ربانیین سے اس کو نقل کیا ہے علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ضمن میں اسے لکھا ہے:

لَنَبْنِيَنَّ عَلٰى بَابِ كَهْفِهِمْ مَسْجِدًا يُصَلِّيْ فِيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَيَتَبَرَّكُوْنَ بِمَكَانِهِمْ.

(ترجمہ) کہ ہم انکی غار کے دروازے پر مسجد بنائیں گے مسلمان اس میں نماز ادا کریں گے اور ان کے قریب سے تبرک حاصل کریں گے۔ اسی طرح امام ابوالبرکات النسفی نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں یہ تفسیر بیان کی ہے اور علامہ سید محمود آلوسی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحقیق حق کا حق ادا کردیا ہے۔

انہوں نے اس مقام پر وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا گیا ہے اور لکھا ہے کہ احادیث کا معنی یہ ہے کہ نفس قبر پر مسجد تعمیر کی جائے یا قبر کو مسجود الیہ بنایا جائے اور اس کے جواز کا کسی نے قول نہیں کیا اور یہاں ان لوگوں کا ان پر مسجدیں بنانا اس انداز سے نہیں جو ممنوع ہے اور جس کا قائل ملعون ہے۔ اس کے بعد ان کی عبارت پیش خدمت ہے۔

وَاِنَّمَا هُوَ اتِّخَاذُ مَسْجِدٍ عِنْدَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ كَهْفِهِمْ ......وَمِثْلُ هٰذَا الْاِتِّخَاذِ لَيْسَ مَحْظُوْرًا اِذْ غَايَةُ مَا يَلْزَمُ عَلٰى ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ

نِسْبَةُ الْمَسْجِدِ اِلَى الْكَهْفِ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ كَنِسْبَةِ الْمَسْجِدِ اِلَى الْمَرْقَدِ الْمُعَظَّمِ ﷺ (روح المعانی)

یعنی انہوں نے مسجد ان کے غار کے قریب بنائی تھی اور اس طرح کی مسجد بنانا شریعت میں ممنوع نہیں اس سے زیادہ سے زیادہ لازم آتا ہے کہ اس مسجد کی نسبت ان کے غار کی طرف کردی جائے جس طرح مسجد نبوی کی نسبت حضور سرور عالم ﷺ کے مرقد معظم کی طرف کی جاتی ہے۔

علامہ آلوسی کی اس روشن عبارت سے حق واضح ہوگیا۔ شک دور ہوگیا اور بعینہ یہی چیز ہے جس کو فاضل محشی نے بیان کیا ہے اور ان کی عبارت علماء کرام کی تصریحات سے بالکل ہم آہنگ ہے اس لئے کسی شخص کے لئے کیوں کر روا ہے کہ وہ ایسے فاضل جلیل پر شرک اور تحریف کی تہمت لگائے۔؟

۹...... نواں اعتراض اس حاشیہ پر ہے جس کا تعلق مندرجہ ذیل آیات سے ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الآیة ۱۸: ۱۱۰)

انبیاء ورسل کی بشریت کی بحث ابھی گزرچکی ہے، ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مترجم اور محشی دونوں کا یہ اعتقاد ہے جس طرح تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء بشر ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں، لیکن اللہ تعالی نے انہیں ایسی خوبیوں سے ممتاز کیا ہے اور ایسے فضائل حمیدہ سے متصف کیا ہے کہ کسی غیر نبی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ان کمالات ومحامد میں ان کا شریک ہو سکے، اللہ

تعالی نے انہیں منصب نبوت پر فائز کیا ہے، ان پر وحی نازل کی ہے، ان کی رسالت پر ایمان لانے کو ضروریات دین میں شمار کیا ہے، ان کی اطاعت اور انکی قولی، فعلی سنتوں کی اتباع کو اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے، اب کسی غیر نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان چیزوں سے کسی چیز کا اپنے لیے دعوی کرے، جس نے یہ دعوی کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے یا اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے یا علی الاطلاق اس کی اتباع واجب ہے، اس نے افترا کیا خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کیا اور راہ حق سے بھٹک گیا۔

محشی علام نے اس حاشیہ کے پہلے جملہ میں یہ چیز صراحت سے بیان کی ہے کہ بشری عوارض اور حالات نبی پر بھی طاری ہوتے ہیں وہ بھوک، پیاس محسوس کرتا ہے، وہ زخمی ہوتا ہے، وہ بیمار ہوتا ہے جس طرح یہ عوارض وحالات دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں، لیکن نبوت کی حیثیت سے کوئی شخص بھی ان کی ہمسری کا دعوی نہیں کرسکتا، خواہ معاشرہ میں اس کا مقام کتنا اونچا ہو اور اس کی قدر ومنزلت کتنی بلند ہو، اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء ورسل کی تکریم وتعظیم کریں جو شخص ان کی توہین کرتا ہے اور ان کی تنقیص شان کا ارادہ کرتا ہے وہ خائب وخاسر ہوتا ہے۔ کفار کو جب ان کے نبی قبول حق کی دعوت دیتے اور اللہ تعالی کی توحید پر ایمان لانے کی طرف بلاتے تو وہ انکار کرتے، سرکشی کرتے اور غصے سے لال پیلے ہوکر ان کو بڑا درشت اور سخت لہجہ میں یوں جواب دیتے: مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہ تم ہماری طرح ہی بشر ہو، وہ اپنے نبی کے لئے بشر کا لفظ توہین اور تنقیص کے لئے استعمال کرتے اس لغزش سے بچنے کے لئے ہمیں علماء ربانیین نے یہ حکم دیا

اور تاکید کی کہ ہم جب بشر کا لفظ انبیاء کے لئے استعمال کریں تو کسی ایسے کلمہ کا اضافہ کریں جو تعظیم اور تکریم پر دلالت کرتا ہو۔

۱۰...... دسواں اعتراض اس حاشیہ پر ہے جس کا تعلق سورہ نحل کی آیت نمبر ۶۵ سے ہے ارشاد باری تعالی ہے:

قُلْ لَّايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (۲۷:۶۵)

اس تعلیق پر اعتراض کیا گیا کہ یہ شرک اور تحریفات سے آلودہ اور لبریز ہے، پہلے ہم آپ حضرات کی خدمت میں وہ تعلیق اردو میں پیش کرتے ہیں پھر اس کا عربی ترجمہ پیش کریں گے اور پھر ادارہ البحوث کے معزز فضلاء سے اس تعلیق کے بارے میں ان کی رائے دریافت کریں گے۔

''وہی جاننے والا ہے غیب کا، اس کو اختیار ہے جسے چاہے بتائے، چنانچہ اپنے پیارے انبیاء کو بتاتا ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے،

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ .

یعنی اللہ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ تعالی چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں جسے چاہے اور بکثرت آیات میں اپنے پیارے رسولوں کو غیبی علوم عطا فرمانے کا ذکر فرمایا گیا، خود اسی پارے میں اس سے اگلے رکوع میں وارد ہے: وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ.

یعنی جتنے غیب ہیں آسمان وزمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں

ہیں۔(اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ پیش کیا گیا)

ہم نے ابھی ابھی علم غیب کے مسئلے پر بالتفصیل بحث کی ہے اور ہم نے مترجم ومحشی کی اس مسئلہ کے بارے میں رائے ذکر کی ہے، کہ غیب کا علم اللہ جل جلالہ کے ساتھ مختص ہے اور کوئی بھی اسے نہیں جان سکتا۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالی اس کو اس کا علم سکھائے۔ ہم نے اس بارے میں گفتگو کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بذات خود غیب کو نہیں جانتے بلکہ غیب میں سے جتنا اللہ تعالی چاہے اپنے حبیب کو اس کی تعلیم دے دیتا ہے اور یہ بھی ہم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی کے علوم غیر متناہی ہیں اور حضور سرور کائنات ﷺ کے علوم متناہی ہیں اور حضور ﷺ کے علم متناہی کی نسبت اللہ تعالی کے غیر متناہی علم کے ساتھ اس نسبت سے بھی بہت قلیل ہے جو ایک قطرہ آب کو دنیا بھر کے سمندروں کے پانی کے ساتھ ہے پس شرک کہاں لازم آیا؟۔

اے بزرگ اراکین ادارۃ البحوث! بخدا اس شخص کے بارے میں فرمائیے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالی کا علم ذاتی ہے، قدیم ہے اور اس کے نبی کا علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالی کے سکھانے سے ہے اور اسی طرح قدیم بھی نہیں حادث ہے نیز اللہ تعالی کا علم کسی حد تک ختم نہیں ہوتا اور حضور ﷺ کا علم ایک محدود حد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا، جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کیا اسے مشرک کہنا جائز ہے؟۔

اب آخر میں ہم اس دل خراش تنقید کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائے ہیں جس کا تعلق اس حاشیہ سے ہے جو سورہ یاسین کی آیت نمبر ۱۲ پر لکھا گیا ہے شاید اس دل خراش تنقید کا محل، بدعت کی مختلف اقسام کا بیان ہے، لیکن یہ بھی ایک مسلّمہ

امر ہے کہ یہ تقسیم محشی نے خود اختراع نہیں کی بلکہ جید علماء اسلام سے نقل کی ہے مثلاً امام نووی علامہ ملا علی قاری، علامہ ابن عابدین اور ان کے علاوہ بے شمار محققین۔

پہلے آپ کی خدمت میں ردالمحتار کی عبارت پیش کرتا ہوں:

اِنَّھَا قَدْ تَکُوْنُ مُحَرَّمَۃً وَّقَدْ تَکُوْنُ وَاجِبَۃً کَنَصْبِ الْاَدِلَّۃِ لِلرَّدِّ عَلٰی اَھْلِ الْفِرَقِ الضَّالَّۃِ وَتَعَلُّمِ النَّحْوِ لِفَھْمِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَمَنْدُوْبَۃً کَاِحْدَاثِ نَحْوِ رِبَاطٍ وَمَدْرَسَۃٍ وَکُلِّ اِحْسَانٍ لَّمْ یَکُنْ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ وَمَکْرُوْھَۃً کَزَخْرَفَۃِ الْمَسَاجِدِ وَمُبَاحَۃً کَالتَّوَسُّعِ بِلَذِیْذِ الْمَاٰکِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالثِّیَابِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ لِلْمُنَاوِیْ عَنْ تَھْذِیْبِ النُّوَوِیْ وَمِثْلُہٗ فِی الطَّرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ لِلْبِرْکَلِیْ۔

ترجمہ: علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ بدعت کبھی حرام ہوتی ہے کبھی واجب، جس طرح گمراہ فرقوں کے پیدا کیے ہوئے شبہات کو دور کرنے کے لئے دلائل پیش کرنا یا کتاب وسنت کے سمجھنے کے لئے نحو کا پڑھنا اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے کوئی سرائے یا مدرسہ تعمیر کرنا یا ہر وہ نیک کام جو صدر اول میں نہیں کیا گیا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جس طرح مساجد کو بمبالغہ آراستہ کرنا اور کبھی مباح ہوتی ہے جس طرح لذیذ کھانوں اور مشروبات میں توسیع اور خوبصورت لباس، جس طرح امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور اسی طرح برکلی نے طریقہ محمدیہ میں بیان کیا ہے۔

امام نووی نے اپنی مشہور کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں کلمہ بدعت کی یوں توضیح کی ہے:

اَلْبِدْعَۃُ بِکَسْرِ الْبَاءِ فِی الشَّرْعِ ھِیَ اِحْدَاثُ مَالَمْ یَکُنْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھِیَ مُنْقَسِمَۃٌ اِلٰی حَسَنَۃٍ وَقَبِیْحَۃٍ وَقَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ الْمُجْمَعُ عَلٰی اِمَامَتِہٖ وَجَلَالَتِہٖ وَتَمَکُّنِہٖ فِیْ اَنْوَاعِ الْعُلُوْمِ وَبَرَاعَتِہٖ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِالسَّلَامِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ آخِرِ کِتَابِ الْقَوَاعِدِ الْبِدْعَۃُ مُنْقَسِمَۃٌ اِلٰی وَاجِبَۃٍ وَّمُحَرَّمَۃٍ وَّمَنْدُوْبَۃٍ وَّمَکْرُوْھَۃٍ وَّمُبَاحَۃٍ۔

ترجمہ: بدعت بکسر باء شریعت میں ایسی چیز کو پیدا کرنا جو حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں نہ تھی، اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ۔ الشیخ الامام جن کی امامت، جلالت شان اور ہر قسم کے علوم میں مہارت وپختگی پر سب علماء کا اجماع ہے یعنی ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کتاب القواعد کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدعت کو ان اقسام کی طرف تقسیم کیا گیا ہے۔

وہ بدعت جو واجب ہے وہ بدعت جو حرام ہے وہ بدعت جو مکروہ ہے وہ بدعت جو مباح ہے۔

فاضل محشی نے علماء اعلام کی تحقیق کی پیروی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بدعت سیئہ وہ ہے جس سے کوئی سنت نبوی مٹتی ہو اور اس کے روشن آثار ختم ہوتے ہوں۔

صدقات مالیہ اور اعمال حسنہ کا ایصال ثواب فوت شدہ مسلمانوں کے لئے ہرگز بدعت نہیں، بلکہ یہ سنت ہے جس کا حکم حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو دیا امام بخاری، مسلم نے اپنی صحیحین میں صحیح اسناد کے ساتھ متعدد حدیثیں روایت کی

ہیں، ان میں سے ایک سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ایک کنواں اپنی والدہ کے لئے کھدوایا جن کا انتقال بغیر وصیت کے ہوگیا اور اس کنوئیں کا نام "بئر ام سعد" رکھا گیا، اس حاشیہ میں جن امور کا ذکر ہے مثلاً تیجہ، چالیسواں، گیارہویں وغیرہ سے، مراد ایصال ثواب کی مختلف صورتیں ہیں، کیوں کہ صدقہ کرنے والوں کو مختلف اوقات میں ایصال ثواب کے لئے فرصت ملتی ہے، بعض وہ ہیں جن کو تیسرے دن فرصت ملتی ہے، بعض کو ساتویں دن، بعض ایسے ہیں جن کو چالیسویں دن اور کسی کو کسی اور دن یہ فرصت مہیا ہوتی ہے اور ہر شخص اپنی سہولت کے مطابق اپنے فرصت کے اوقات میں اس امر مسنون پر عمل پیرا ہوتا ہے بایں اہل سنت میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ موتیٰ کے لئے ایصال ثواب صرف فلاں فلاں مخصوص دن میں ہوتا ہے نہ اس سے پہلے ایصال جائز ہے اور نہ اس دن کے بعد، آپ حضرات پر ہمارے رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث مخفی نہیں ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَہٗ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا (الحدیث) رواہ البیہقیُّ فی شُعَبِ الایمان

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قبر میں میت کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کی ہوتی ہے وہ رسی دعا کا شدت سے انتظار کرتا ہے جو اسے اپنے باپ، ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے پس

جب اسے یہ دعا پہنچتی ہے تو دنیا و مافیہا سے یہ دعا اسے محبوب ہوتی ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک خاص باب رقم کیا ہے جس کا عنوان ہے "باب وصول ثواب الصدقات الی الْمَیِّتِ" یعنی وہ باب جس میں میت کی طرف صدقات کے ثواب کے پہنچنے کا ذکر ہے اس عنوان کے نیچے انہوں نے متعدد احادیث درج کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

مَا رَوَتْہُ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ ﷺ اِنَّ اُمِّیْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُہَا اِنِّیْ اَظُنُّہَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَہَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْہَا قَالَ نَعَمْ ۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ! میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے اگر وہ بات کرتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ حضور نے فرمایا: ہاں

امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ جَوَازُ الصَّدَقَۃِ عَنِ الْمَیِّتِ وَاسْتِحْبَابُہَا وَاَنَّ ثَوَابَہَا یَصِلُہٗ وَیَنْفَعُہٗ وَیَنْفَعُ الْمُتَصَدِّقَ اَیْضًا وَھٰذَا کُلُّہٗ اَجْمَعَ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ ۔

ترجمہ: اس حدیث سے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا جواز اور اس کا مستحب ہونا ثابت ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ کا ثواب جس کو پہنچایئے اس کو نفع

دیتا ہے، صدقہ کرنے والے کو بھی نفع پہنچتا ہے اور یہ ساری بات وہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اسی صفحہ پر چند سطریں اور امام نووی لکھتے ہیں:

وَفِیْهِ اَنَّ الدُّعَاءَ یَصِلُ ثَوَابُهٗ اِلَی الْمَیِّتِ وَکَذٰلِکَ الصَّدَقَةُ وَهُمَا مُجْمَعٌ عَلَیْهِمَا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دعا کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اسی طرح صدقہ کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جن پر سب کا اجماع ہے۔

البتہ اس حاشیہ کی چند آخری سطروں میں تحریک وہابیہ کے بارے میں کچھ سختی ودرشتی پائی جاتی ہے، لیکن اس کی ایک خاص وجہ ہے یہ حواشی ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوا لکھے گئے، اس وقت تحریک وہابیہ میں بڑا تشدد پایا جاتا تھا ان کا دعوی یہ تھا کہ عقیدہ توحید پر صرف وہی قائم ہیں، باقی ساری امت اسلامیہ سیدھے راستے سے بھٹک گئی ہے اور اس نے شرک اور بدعت کو اختیار کر لیا، العیاذ باللہ

اور یہ ایک طبعی امر ہے کہ اس کا ردعمل بھی شدید ہوا، حتی کہ دارالعلوم دیوبند کے کبار علماء نے بھی ایسی کتابیں اور رسائل تالیف کئے جن میں انہوں نے حرکت وہابیہ پر شدت اور سختی سے تنقید کی، اگر آپ چاہیں مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی تالیف الشہاب الثاقب کا مطالعہ فرمائیں۔ لیکن آج حالات اچھے ہو رہے ہیں، الحمدللہ سختی کی جگہ اب فراخدلی اور سوء ظن کی جگہ حسن ظن نے لے لی ہے اور اس تبدیلی کے پھل بڑے شیریں ہوں گے، اس کے نتائج اسلام اور اہل اسلام کے لئے نفع بخش ہوں گے۔

مرحوم مغفور الملک الفیصل پہلے اسلامی راہنما تھے جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور ان کی بکھری ہوئی صفوں کو منظم کرنے کی ضرورت کا احساس کیا انہوں نے عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بسنے والے تمام مسلمانوں کو اسلام کے پرچم کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دی۔ انہوں نے بڑی بلند آواز سے یہ فریاد کی اور یہ فریاد ان کے شفیق اور کریم دل کی گہرائیوں سے بلند ہوئی تھی، اس لئے تمام مسلمان عوام اور اسلامی حکومتیں ان کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے مملکت سعودیہ کے اس فرمانروا کے اس مبارک اقدام سے اختلاف وانشقاق کی شدت میں کمی آنی شروع ہوئی اور حسد اور بغض کے انگارے ٹھنڈے ہونے لگے۔

صد حیف! کہ اس فرمانروا کو اپنی زندگی کا عزیز مقصد پورا کرنے سے پہلے موت کا پیغام آ گیا، لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایسے روشن اور چمکدار آثار چھوڑے کہ ان کے بعد تخت شاہی پر جو بھی متمکن ہوا وہ ان آثار کی پیروی کرتا رہا، اس عزیز اور قیمتی آرزو کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ آج بھی اپنی امکانی کوششیں صرف کر رہے ہیں، حالات کی اس رفتار کے ساتھ ہمارے دل مطمئن ہو گئے تھے اور حالات بہتر سے بہتر صورت اختیار کرنے لگے تھے، یہاں تک کہ یہ دھماکہ ہوا اس کی شدید کڑک سے ہم گھبرا گئے اور طرح طرح کے اندیشوں نے از سر نو ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہم از راہ حیرت وحسرت اپنے آپ سے یہ سوال کرنے لگے کہ کیا امت اپنے بلند مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہو جائے گی؟ اور ان کا باہمی اتحاد عملی صورت اختیار نہیں کر سکے گا اور وہ جانکاہ اور بابرکت کوششیں جو ملک

فیصل اور انکے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت کرنے والے بھائی نے کیس اور
جواب ان کے خلف الرشید جلالۃ الملک فہد بن عبدالعزیز اطال اللہ بقائہ و ایام
سلطنتہ بڑی گرمجوشی سے کر رہے ہیں کیا یہ سب ضائع ہو جائے گی؟

خبردار! یہ ایک خطرناک سازش ہے جس کے تار و پود کو گنہ گار ہاتھوں نے
بنا ہے۔ اے عالم اسلام کے قائدین! ہوشیار ہو جاؤ۔ اے امت مسلمہ کے عوام
بیدار ہو جاؤ۔ اسلام کے دشمن اور تمہارے دشمن کمین گاہ میں بیٹھے تاڑ رہے ہیں اور تم
پر یکبارگی ہلّہ بول دینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ۔ سیال شریف